معاشرے کی اصلاح و بگاڑ پر مالی رویوں کے اثرات

(چوتھی اور آخری قسط)

مولانا محمد طفیل کوہاٹی
مدیر ندوۃ التحقیق الاسلامی، کوہاٹ

اصلاحِ معاشرہ میں نظامِ وقف کا کردار

معاشرے میں انفاق کے ذریعے اصلاح کا چھٹا طریقہ ''وقف'' ہے۔ اسلام کے معاشی نظام میں اس کے اجراء اور توسیع کی کافی ترغیب دی گئی ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو خیبر میں کچھ زمین ملی تو آپؓ نے عرض کیا کہ: یا رسول اللہ! مجھے خیبر میں زمین ملی ہے اور مجھے کبھی اس سے عمدہ مال نہیں ملا ہے، آپ مجھے (اس کے بارے میں) کیا حکم فرماتے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: اگر تم چاہو تو اس کی اصل روک لو اور اس کے فوائد صدقہ کردو، اس طرح کہ اصل کو نہ تو فروخت کیا جائے، نہ ہبہ کیا جائے اور نہ اس میں وراثت جاری ہو، چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ زمین فقراء، رشتہ داروں، غلاموں کی آزادی اور ابنِ سبیل (مسافروں) کی مہمان نوازی کے لیے وقف کردی۔ (مسلم: ۱۶۳۲)

اس سے فقہائے کرام نے وقف کی یہ تعریف مستنبط فرمائی کہ وقف کسی چیز کو خدا کی ملکیت میں کردینا ہے، تاکہ اس سے بندوں کو منفعت پہنچے، پس وہ چیز واقف کی ملک میں نہیں رہتی، بلکہ خدا کی ملک ہوجاتی ہے، نہ اس کی بیع درست ہے، نہ ہبہ، نہ رہن اور نہ اس میں وراثت جاری ہوتی ہے۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اس حکم کو اپنے عمل سے استحکام بخشا اور اپنی وسیع جائیدادیں، اموال اور کنویں عام لوگوں کے نفع کے لیے وقف کیے، جس نے معاشرے کی مالی اصلاح میں بھرپور کردار ادا کیا۔ جس طرح مادی فوائد کی اشیاء کو وقف کرنا درست ہے، اسی طرح علمی فوائد مثلاً اسکول و مدارس کی تعمیر یا کتابیں وغیرہ وقف کرنا بھی باعثِ اجر اور معاشرے کی تعمیر و ترقی کا باعث بنتی ہیں۔ ضروری نہیں کہ وقف' فقراء، رشتہ داروں، قیدیوں کی آزادی، ابنِ سبیل وغیرہ کے ساتھ مخصوص ہو، بلکہ ہر کارِ خیر کے لیے وقف ہوسکتا ہے، مثلاً: ملک کے حفاظتی کاموں، مساجد و مدارس، قبرستان، سڑکوں اور پلوں کی

تعمیر وغیرہ۔ الغرض اسلام کے نقطۂ نظر سے یہ ایک وسیع ترین مالی مد ہے، جس سے کام لے کر معاشرے میں مالی فساد و بگاڑ اور معاشی خرابیوں و ناہمواریوں کا بڑی حد تک ازالہ کیا جاسکتا ہے۔

ہبہ و ہدیہ اور اصلاحِ معاشرہ میں اس کا کردار

انفاق کے ذریعے معاشرے کی مالی اصلاح کا ساتواں طریقہ ''ہبہ اور ہدیہ'' ہے۔ ہبہ کا مفہوم یہ ہے کہ کسی کو اس طرح چیز کا مالک بنانا کہ نہ عوض مطلوب ہو اور نہ کوئی اور غرض ہو۔ ہبہ اور ہدیہ میں یہی فرق ہے کہ ہدیہ سے مقصود ثواب کے ساتھ ساتھ قربت و مودت (محبت) میں اضافہ کرنا ہوتا ہے اور ہبہ میں کوئی غرض بجز ثواب کے پیشِ نظر نہیں ہوتی۔ اسلامی لٹریچر میں ہمیں ہبہ کی ترغیب اور احکام تفصیل سے ملتے ہیں کہ کسی کو اس کی ضرورت کے پیشِ نظر کوئی شے ہبہ کردی جائے اور وہ اس سے اپنی معاشی اصلاح میں کام لے یا کسی اور ضرورت میں صرف کردے۔ اس طریقہ سے معاشرے میں غربت کا بڑی حد تک انسداد ہوسکتا ہے۔ بعض اوقات غرباء وفقراء کو کسبِ حلال کے معمولی ذرائع بھی میسر نہیں ہوتے، اگر انہیں محنت ومزدوری اور صنعت و پیشہ کے معمولی اوزار وآلات بھی مہیا کردیئے جائیں تو وہ معاشرے پر بوجھ بننے کی بجائے اپنی معاشی کفالت بخوبی کرسکتے ہیں۔ مال دار طبقہ انفرادی و اجتماعی سطح پر اسلام کے اس سنہرے طریق کو کام میں لاکر بڑی حد تک معاشی اصلاحات کا بیڑا اُٹھا سکتا ہے۔

ہبہ سے قریب تر ایک اصطلاح ''منیحہ'' کا ذکر بھی اسلامی لٹریچر میں موجود ہے۔ دورِ نبوی علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام میں تعاونِ باہمی کے تحت دودھ کا جانور دوسرے مسلمان بھائی کو مفت دے دیا جاتا، تاکہ اس سے اپنی کفالت کرسکے اور دودھ کے انقطاع (ختم ہونے) پر واپس کردیا جاتا، یعنی یہاں جانور کے بعض منافع بطورِ ہدیہ دیئے جاتے۔ تکافلِ باہمی میں اس سے ہبہ کے کردار کی بخوبی وضاحت ہوتی ہے۔

عاریت اور اصلاحِ معاشرہ میں اس کا کردار

اسلام نے معاشرے میں ایک دوسرے کی معاشی خبرگیری کے لیے آٹھواں طریقہ ''ماعون یا عاریت'' کا ذکر کیا ہے۔ عاریت کا مطلب یہ ہے کہ کسی کو گھریلو یا عام افادیت کی حامل کوئی چیز محض اس کے نفع کے حصول کے لیے دی جائے، وہ اس سے اپنی ضرورت پوری کرلے اور پھر مالک کو واپس لوٹا دے۔ ابوبکر جصاص رحمۃ اللہ علیہ کا کہنا ہے کہ ضرورت کے وقت عام افادیت کی چیزیں دینا فرض ہے اور نہ دینے والا مذموم حرکت کا مرتکب ہوتا ہے اور اس کی مذمت کی جانی چاہیے۔ (احکام القرآن، جصاصؒ)

اسلام میں عاریت کا قانون فقر وغنیٰ میں محدود نہیں۔ اس سلسلے میں شریعت نے کسی ایک گروہ کو ترجیح نہیں دی اور نہ ہی کسی کا خاص لحاظ کیا ہے، بلکہ ایک مقصد کے لیے متحد ہوجانے والے پورے

معاشرے کو پیشِ نظر رکھا ہے۔ اس طریق کو کام میں لاکر معاشرے کے بہت سارے حاجت مند افراد کی بعض معاشی ذمہ داریوں کا بوجھ ہلکا کیا جاسکتا ہے۔

معاشرتی اصلاح میں صدقاتِ نافلہ کا حصہ

معاشرے کی معاشی واخلاقی اصلاح میں انفاق کا سب سے وسیع الجہات اور مؤثر ترین طریقہ ''صدقاتِ نافلہ'' کے ذریعے حاجت روائی اور خبرگیری کا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں اس کا اپنے ہاں ضابطہ جاتی معاوضہ ایک کے بدلے سات سو بیان کیا ہے اور اخلاص کے کمال، قوت اور بڑھوتری پر مزید اضافے کا اعلان فرمایا ہے۔ ماقبل میں بیان کیے گئے انفاق کے بعض طریقے بھی صدقہ ہی کے ذیل میں آتے ہیں، لیکن اس عنوان سے اس کو مستقل اہمیت دے کر ذکر کرنے کی ضرورت اس لیے بھی ہے کہ اسلامی مصطلحات میں آج اس کا اصلی معنی فراموش کرلیا گیا ہے اور لفظِ ''صدقہ'' احسان اور بخشش کا ہم معنی بن گیا ہے۔ عوام کی نظر میں صدقہ کرنے والا احسان وبخشش کرنے والا ہے، اس لیے وہ قابلِ ستائش ہے، جبکہ صدقہ قبول کرنے والا دوسرے کے احسان کا بار اُٹھا رہا ہے، اس لیے یہ تقاضا غیرت کے خلاف ہے۔ صدقہ کا یہ تصور اسلامی مزاج کے بالکلیہ خلاف اور معاشی اصلاحات کی راہ میں ایک بڑی رکاوٹ ہے۔ اسلام نے صدقہ میں احسان جتلانے کی اس آمیزش کو ''رِئَاءَ النَّاسِ'' اور ''مَنّ وأذیٰ'' کا عنوان دے کر گھٹیا حرکت کے طور پر متعارف کروایا ہے، یعنی جو آدمی صدقہ دے کر صدقہ وصول کرنے والے پر جتائے، اسے تکلیف دے تو ایسے شخص کو ایمانی بصیرت سے تہی دامن سمجھا ہے۔

صدقاتِ نافلہ کے طریق سے معاشرے میں وسیع تر رفاہیانہ سرگرمیوں کی تشکیل اس طور پر کی جاسکتی ہے کہ نجی یا اجتماعی سطح پر زائد از ضرورت مال و دولت کو معاشرے کی معاشی ترجیحات معلوم کرکے خرچ کرنے کی منظم منصوبہ بندی کی جائے۔ اس کے لیے موجودہ دور میں بے روزگاری ختم کرنے کے منصوبے، صحت کی سہولیات بہم پہنچانے کے واسطے فری ڈسپنسریوں اور ہسپتالوں کا قیام، معذور اور مکمل تہی دست افراد کے لیے مستقل بنیادوں پر غذائی بندوبست، بے گھر اور حوادث سے متاثرہ افراد کے لیے رہائشی ضروریات کی فراہمی، ناخواندہ اور دیہی علاقوں میں دینی اور عصری تعلیمی منصوبوں کا اجراء اور زندگی کی بنیادی ضروریات یعنی لباس و پوشاک وغیرہ مہیا کرنے کی ترتیبات صدقاتِ نافلہ کے ترجیحی اور اہم مصارف ہوسکتے ہیں۔ گوان کاموں کے لیے معاشرے میں کئی این جی اوز سرگرم ہیں اور انفاق کی مدات سے کام لے رہی ہیں، لیکن انفاق کے اسلامی فلسفہ اور مقاصد کو پیشِ نظر رکھ کر اسلامی نظریۂ حیات سے ہم آہنگ طریق کے موافق اس کے اجراء کی ضرورت ہے، تاکہ یہ سلسلہ مزید مستحکم ہو

اور اس کے نتائج وثمرات سے معاشرہ پوری طرح بہرہ ور ہو، وطنِ خداداد کی حد تک ہمارے اربابِ مال کو یہ منصوبے مدِنظر رکھ کر منظّم خطوط پر آگے بڑھنا چاہیے، تاکہ طُرُقِ انفاق سے معاشرے کی اصلاح وتعمیر کا زیادہ سے زیادہ کام لیا جاسکے۔

قرضِ حسنہ اور معاشرے کی معاشی اصلاح

اسلام کے نظامِ انفاق کی ایک اور شق اور دسواں طریقہ ''قرضِ حسنہ'' ہے۔ باہمی حسنِ سلوک اور ہمدردی کی بنیاد پر بغیر کسی نفع کے اپنا مال کچھ مدت کے لیے کسی کو دینا، تاکہ وہ اپنی ضرورت سے سبک دوش ہو، انسانیت پر اسلام کا احسان ہے۔ آج سود کی لعنت نے اس اہم اسلامی حکم کی بیخ کنی میں کوئی کسر نہیں چھوڑی، جس سے معاشرے میں استحصالی رویّے پروان چڑھے ہیں اور افراد سے لے کر ملکوں تک اس گرداب میں سسک رہے ہیں۔ اسلام نے قرض خواہ کو ترغیب دی ہے کہ قرض کی وصولیابی میں قرض دار کی معاشی پوزیشن پیشِ نظر رکھے اور اسے مہلت دے، تاکہ وہ تکمیلِ ضرورت کے بعد اپنی معاشی حالت سدھار لے۔ اس سے معاشی استحکام میں قرضِ حسنہ کے کردار پر روشنی پڑتی ہے اور اس سے کام لینے میں اسلام کی ترغیب اور دلچسپی کا پتہ چلتا ہے۔ موجودہ دور میں اگر قرضِ حسنہ کو نجی واجتماعی سطح پر رواج دیا جائے تو معاشرے میں بے روزگار افراد کی ایک بڑی تعداد کو روزگار کی فراہمی اور معاشرتی اصلاح میں اپنا کردار ادا کرنے کے لیے تیار کیا جاسکتا ہے۔

یہ انفاق کے دس طریقوں کا ایک مختصر سا جائزہ تھا۔ ان طریقوں کے اجراء سے بنیادی فائدہ تو یہ ہوگا کہ بخل وشح، اسراف وتبذیر اور ان کی کوکھ سے جنم لینے والے مہلک عناصر اور فسادات کا انسداد ہوگا اور اس کے ساتھ ساتھ معاشرے کی معیشت کا ایجابی رُخ بھی سنور سکے گا۔

یہاں یہ بات خصوصیت اور توجہ کے ساتھ پیشِ نظر رہنی چاہیے کہ اسلامی نقطۂ نظر سے ان مادی اثرات ونتائج سے بالاتر ہو کر انفاق کے حکم کو پورا کرنا مسلمان کی شرعی ذمہ داری ہے اور ہمیشہ اسی پہلو کو مقدم رکھنا اس کا فریضہ ہے۔ جہاں تک معاشرے پر پڑنے والے اس کے مادی اور معاشی اثرات کا تعلق ہے۔ یہ اِنفاق کی خصوصیات ہیں، جب اِنفاق کو وجود ملے گا تو ضمناً یہ خصوصیات واثرات خود وجود میں آئیں گی۔ آج مادیت کے تباہ کن اثرات، غربت، گداگری، مہنگائی، بدامنی اور حرام خوری سے بچاؤ کا واحد راستہ یہی ہے کہ ایسی علمی مجالس کے ذریعے عوام کی تربیت اور اس حوالے سے شعوری لٹریچر کی تیاری اور اشاعت کی طرف اہلِ علم متوجہ ہوں، تاکہ اسلام کے ان سنہرے اصولوں سے کام لے کر معاشرہ کی تعمیر وترقی کا فریضہ بخوبی انجام دیا جاسکے۔

..... ❁ ..... ❁ ..... ❁ .....